آخری قسط

برصغیر میں صوفیہ کرام کا منہجِ دعوت

محمد اکرم ساجد، پاکستان

رنگ همه جهتی:- بندوں کے طبائع اور مزاج مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں۔ ہر ایک کا اپنا اپنا معیارِ صداقت ہوتا ہے۔ ایک کامیاب مبلغ اور داعی کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے مخاطبین میں سے ہر ایک کی طبع اور مزاج کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، جس کے لیے جو انداز زیادہ مناسب ہوتا ہے اسے اسی انداز سے دعوت پیش کرتا ہے۔

صوفی محمد ابراہیم قصوری، میاں شیر محمد شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

آپ تبلیغ مختلف صورتوں میں فرمایا کرتے تھے۔ عوام کو موٹی موٹی مثالیں دے کر سمجھایا کرتے اور خواص کو ان کی سمجھ کے مطابق بیان کرتے۔ علما کو قرآن اور حدیث سے تبلیغ فرماتے اور غیر مسلموں کو ان کے بزرگوں کے حالات سنا کر تبلیغ کرتے۔ عوام کے روبرو بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا شعر پڑھ کر سنایا کرتے۔

اٹھ فریدا کوک توں جیوں کر راکھا جوار
جب تک ٹانڈا نہ گرے تب تک حال پکار

اس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے سے پہلے پہلے خداوند کریم کو یاد کر۔ جس وقت کوئی خاص لوگ حاضر ہوتے جو علم دنیوی سے واقف ہوتے، آپ ان سے دریافت فرماتے کہ تم علم طبیعیات پڑھے ہوئے ہو؟ وہ عرض کرتے کہ حضور پڑھے ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے تمہارا امتحان تو بڑا کامل ہو گا کیوں کہ سب چیزوں کی تاثیرات سے آپ واقف ہیں، یہ تاثیر ان میں کس چیز نے پیدا کی؟ اگر کوئی علما کی جماعت میں سے آتے تو آپ قرآن مجید کی آیتیں، جو ذکر کے متعلق ہوتیں، انھیں دکھاتے اور فرماتے: فقیر اور صوفی لوگ کیا بتلائیں گے، قرآن کریم میں جا بجا ذکر کی خداوند کریم نے آیتیں نازل فرمائی ہیں اور آیات پڑھ پڑھ کر سناتے اور توجہ ذکر کی طرف دلاتے اور فرماتے: علما اور فقرا کو چاہیے کہ حق بات کہنے سے خوف نہ کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے: حق کہنے سے تیری اجل قریب نہ ہو جائے گی اور تیری روزہ بند نہ ہو گی۔ بعض علما کو سختی سے سمجھاتے اور فرماتے: تم نے تو دین کو کھیل بنا چھوڑا ہے۔ جس وقت کوئی خاص الخاص شخص آتا تو ان کو خاص طرح کی توجہ سے سمجھاتے۔"(۱)

سید شریف احمد شرافت نوشاہی، حضرت میاں صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک محفل کا آنکھوں دیکھا حال یوں بیان کرتے ہیں:

"ایک شخص جو کسی گاؤں کا امام مسجد تھا، نصیحت کا خواستگار ہوا۔ آپ نے فرمایا: نماز کا ترجمہ یاد کرو اور سوچ کر نماز پڑھا کرو اور فقہ کی کتابیں "روشن دل، نجات المومنین اور پکی روٹی" وغیرہ کے مسائل کو از بر کرو۔ پھر اس سے پوچھا: تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا: والد فوت ہو چکا ہے اور والدہ زندہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ادب سے کہو کہ والدہ زندہ ہیں۔ تم والدہ کی خدمت دل سے کرو اور ان کی تعظیم کا خیال رکھا کرو۔ تمہاری عبادت گھر ہی میں ہے، تمھیں کسی دوسرے کے پاس جانے کی کیا حاجت ہے۔"(۲)

مولانا فخر الدین اپنے چند درویشوں کے ہم راہ ایک تالاب کے کنارے سے گزرے اور دیکھا کہ چند ہندو وہاں غسل کرتے ہیں اور برہمنوں کو کچھ نقدی دیتے ہیں، لیکن ایک بوڑھا برہمن نہانے کا سامان لے کر مایوسانہ صورت بنائے بیٹھا تھا۔ مولانا نے اپنے درویشوں سے فرمایا: اگر آپ مجھ پر ناراض نہ ہوں تو میں اس برہمن کو خوش کر دوں۔ درویشوں نے کہا کہ ہماری کیا مجال کہ ہم آپ کے کام پر ناخوش ہوں۔ پس مولانا اپنا لباس ہندوؤں کی طرح بنا کر اس کے پاس گئے اور کہا: میں نہانے آیا ہوں۔ وہ برہمن خوش ہو گیا اور اس نے اپنے طریقے کے مطابق مولانا کو غسل کرایا۔ مولانا نے اسے پانچ روپے دیے اور بڑی معذرت کی کہ فی الحال اس قلیل معاوضے ہی کو کافی سمجھو۔ برہمن بڑا خوش ہوا اور اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ غسل کی اتنی بڑی اجرت تو مجھے آج تک کبھی نہیں ملی تھی جتنی اس شخص نے دی ہے۔ مولانا نے اپنے مکان پر آ کر تجدیدِ غسل کر کے اپنا پاکیزہ لباس پہنا۔ دوسرے دن پھر اسی برہمن کے پاس جا کر غسل کیا اور اس کو دس روپے دیے۔ تیسرے دن پندرہ روپے دے کر غسل کیا۔ جب واپس آنے لگے تو برہمن بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

مجھے دینِ محمدی سکھاؤ، پس مولانا صاحب نے اس برہمن اور اس کے متعلقین کو مسلمان کیا اور اسے اپنا خلیفہ بنالیا۔[۳]

دیکھا آپ نے کہ خواجہ فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے موقع کی مناسبت سے ایسا منہج دعوت اختیار کیا کہ ایک برہمن کے لیے بھی اسلام قبول کیے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔

خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کی اصلاح و تربیت میں خاص دل چسپی لیتے تھے۔ ”تکملہ“ میں لکھا ہے کہ وہ اپنے خلفا کو تعلیم و تربیت کے بعد کامل کر دیتے تھے۔ وہ ہر مرید کی استعداد اور صلاحیت کا علاحدہ علاحدہ جائزہ لیتے تھے اور پھر تربیت کی طرف توجہ فرماتے تھے۔ وہ بالکل ایک طبیب کی مانند تھے جو مریض کے مزاج اور مرض کی نوعیت کو دیکھ کر دوائیں دیتا اور علاج کرتا ہے۔ ایک مرتبہ حکیم مولوی محمد عمر سے فرمانے لگے: ”مہار“ دار الشفا ہے، یہاں حکیم موجود ہے۔ حکیم نے فوراً جواب دیا:

”شفا بخش امراض ظاہر و باطنی ذات شریف حضور است کہ ہر آئندہ راز زیارت حضور شفا صوری و معنوی حاصل می شود۔“[۴]

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں ہر قسم کے لوگ آیا کرتے تھے۔ فقیر، امیر، گدا، نواب، سالک، قلندر، عالم اور ان پڑھ بھی اور اس کریم کے دروازے سے ہر شخص اپنی استعداد اور ظرف کے مطابق بہرہ ور ہوا کرتا۔ ہر شخص کی اصلاح و تربیت کے لیے ایسا انداز اختیار فرماتے جو اس کی نفسیات کے مطابق ہوتا۔[۵]

ملک شیر خان مرحوم، بندیال کے رئیس اعظم تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نیاز مند بھی۔ رؤسا کی طرح یہ بھی کتوں کے بہت شوقین تھے۔ اعلیٰ نسل کے کتے پال رکھے تھے اور سفر میں بھی انھیں اپنے ساتھ رکھا کرتے۔ ایک مرتبہ اپنے مرشد کی زیارت کرنے سیال شریف حاضر ہوئے۔ کتوں کو حویلی میں باندھ دیا، شام کی اذان ہو گئی تھی، اس لیے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں چلے آئے۔ ایک پستہ کتا چپکے چپکے پیچھے چلا آیا۔ حضرت فرض با جماعت ادا کر کے مسجد سے اپنی عبادت گاہ کی طرف جانے لگے۔ ایک خادم ہم راہ تھا، جب باہر نکلے اور پستہ کتا بیٹھے ہوئے دیکھا تو حضرت نے اپنے خادم کو حکم دیا: ملک شیر خان آیا ہے، یہ کتا اسی کا معلوم ہوتا ہے۔ تم یہاں ٹھہرو، اس کی حفاظت کرو مبادا عبد اللہ سبز پوش اسے مارے، ملک کو اپنے کتے بڑے پیارے ہیں۔ (عبد اللہ ایک درویش تھا جو آستانہ عالیہ پر کسی کو آنے نہیں دیتا تھا، جو کتا اس کے ہتھے چڑھ جاتا اس کی خوب پٹائی کرتا)۔

ملک شیر خان کہتا ہے کہ میں نے حضرت کا یہ ارشاد سنا تو مارے شرم کے پانی پانی ہو گیا۔ دوڑ کر آیا اور اس درویش سے کہا کہ تم حضرت کے ساتھ جاؤ میں اب اس کی رکھوالی کر لوں گا۔ ملک صاحب لوگوں کو اپنے مرشد کا یہ واقعہ سناتے اور آب دیدہ ہو جاتے۔ حضرت نے مجھے ڈانٹا نہیں، ناراضی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ میرے پاس خاطر کے لیے اس کی حفاظت کا اہتمام فرمایا۔ اس کے بعد انھیں کتوں سے اس قدر نفرت ہو گئی کہ انھیں رکھنا ہی چھوڑ دیا۔[۶]

تحصیل خوشاب میں ”انگہ“ ایک مشہور قصبہ ہے۔ قاضی سلطان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ تھا۔ آپ کے علم و فضل کی شہرت دور دراز علاقوں میں پہنچ چکی تھی۔ آپ کے تبحر علمی کے باعث علمائے عصر آپ کو استاذِ کُل کہا کرتے تھے۔ ان کے فضل و کمال کی بلندی کا اندازہ کرنے کے لیے صرف یہ کہہ دینا ہی کافی ہو گا کہ حضرت قبلہ سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شاگرد تھے۔ حضرت کئی سال تک ”انگہ“ میں قیام پزیر رہے اور آپ کے چشمۂ علوم و معارف سے سیر اب ہوتے رہے۔ قاضی صاحب کو پتہ چلا کہ ان ہی کے ضلع شاہ پور میں سیال کے مقام پر ایک فقیر (خواجہ شمس العارفین) ظاہر ہوا ہے جو سماع سنتا ہے اور لوگ جوق در جوق اس کے مرید بنتے جا رہے ہیں۔ قاضی صاحب کی تحقیق کے مطابق سماع شریعت میں ناجائز تھا۔ ان کی ایمانی غیرت یہ گوارا نہ کرسکی کہ ان کے علاقے میں خلافِ شریعت فعل کو اتنا فروغ نصیب ہو۔ چناں چہ گدھے پر اپنی کتابوں کے انبار لاد کر مناظرہ کرنے کے ارادے سے سیال شریف روانہ ہوئے۔ وہاں اپنے معتقدین اور ساز و سامان کے ساتھ ایسے وقت پہنچے جب حضرت شمس العارفین اپنی مجلس آراستہ کیے ہوئے معرفت کے موتی لٹا رہے تھے۔ قاضی صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، آدابِ مجلس کو یک سر نظر انداز کرتے ہوئے کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور ایسے کام کرتے ہیں جو شرعاً ممنوع ہیں۔ حضرت نے قاضی صاحب کی بات سن کر بڑے تحمل سے فرمایا: قاضی صاحب میری گردن، بلکہ میری سات پشتوں کی گردن شریعت کے سامنے جھکی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے خلافِ شریعت کام کرنے سے بچائے۔ یہ جواب سننے کے بعد قاضی صاحب تھوڑی دیر خاموش بیٹھے رہے، پھر وضو کرنے کے

لیے شرقی کنویں پر تشریف لے گئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد حضرت نے قوالوں کو اشارہ کیا تو انھوں نے پنجابی کے ان بولوں سے محفل سماع کا آغاز کیا۔

جھنگ کنوں دل تنگ پیو سے پچھاں ہزاراں دیاں داٹاں
میرے ماہی دیاں مٹھّیاں باتاں جیویں کھنڈ شکر نباتاں

قاضی صاحب سماع کی آواز سن کر غصے سے دوڑتے ہوئے آئے۔ بار بار کہہ رہے تھے پھر بھی آپ باز نہ آئے۔ جب قاضی صاحب قریب پہنچے تو حضرت نے ایک بار نگاہ بھر کر دیکھا۔ ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور غش کھا کر گرے، ماہیِ بے آب کی طرح تڑپنے لگے اور قوال برابر ان بولوں کو دہرا دہرا کر قاضی صاحب کی آتش شوق کو بھڑکا رہے تھے۔ قاضی صاحب بہت بڑی دستار باندھا کرتے تھے جو ان کے علم وفضل کی گواہی دیتی تھی۔ اس مستی وشوق میں اپنی دستار سر سے اتاری اور قوالوں کو جا کر دی۔ اس محفل پر کیف ومستی کا جو رنگ چڑھا ہو گا اس کی ماہیت کیوں کر بیان کی جا سکتی ہے۔ قوال جب اس بول کی تکرار کرتے تو آپ تڑپتے اور یہ نعرہ لگاتے: ”حق اویارو! حق اویارو!“

حضرت ثانیِ غریب نواز اس محفل پاک میں حاضر تھے۔ جب قاضی صاحب نے اپنی دستار قوالوں کو جا کر نذر کی تو آپ چپکے سے اٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔ گھر میں سونے چاندی کے جتنے زیورات تھے۔ سب اٹھا کر لائے اور قوالوں کو پیش کر کے ان کے عوض قاضی صاحب کی دستار ان سے لے لی اور فرمایا: یہ عالم کی دستار ہے اور اسی کے سر پر زیب دیتی ہے۔ پھر قاضی صاحب کے سر پر وہ دستار باندھ دی۔ اعلیٰ حضرت غریب نواز اپنے فرزند دل بند کی اس اداشناسی پر بڑے مسرور ہوئے اور آپ کو دعاؤں سے نوازا۔ مردانِ خدا مناظرہ کے اکھاڑوں کو یوں اپنی چشمِ کرم سے عشق ومحبت کے خیابان میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ (۷)

نام ور بزرگ مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۶ھ) کے احوال میں مذکور ہے کہ ایک عورت حاضر ہوئی۔ عرض کیا: میرا لڑکا اول تو پابندی سے کام پر جاتا نہیں، جب جاتا ہے تو کما کر اپنے پاس رکھتا ہے، مجھے ایک پیسہ بھی نہیں دیتا، کتنا سمجھایا کہا نہیں مانتا، ایسا تعویذ دے دو جو میرا کہنا ماننے لگے۔ حضرت علیہ الرحمہ نے راز دارانہ لہجے میں پوچھا: پانچوں وقت نماز پڑھتی ہو، نہیں حضرت صاحب! کبھی کبھی پڑھتی ہوں۔ اس عورت نے جواب دیا۔ حضرت نے فرمایا: اب شکایت کیسی، تم کبھی کبھی اللہ کا کہنا مانتی ہو، تمہارا بیٹا بھی کبھی کبھی تمہارا کہا مان لیتا ہے۔ پابندی سے نماز پڑھو تو وہ تمہارا کہنا مان لے گا۔

ایک اور عورت آئی، اس نے کہا: میرا لڑکا جوان ہو گیا ہے، ذرا ذرا سی بات پر محلے کے لڑکوں سے لڑ پڑتا ہے، ذرا ہاتھ پیروں میں جان ہے، اپنے ساتھیوں میں سے جس کو چاہتا ہے مارتا ہے، پھر ان کے ماں باپ شکایت کرتے ہیں اور بات بڑھتی ہے۔ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا: تمہارے پڑوسی کیسے ہیں؟ عورت نے کہا: اجی وہ بھی بڑے خراب ہیں، مگر مجھ سے کوئی منہ نہیں لگتا، ایک کی چار سناتی ہوں، سب کو سیدھا کر دیا۔ حضرت نے فرمایا: بیٹے کا تو کوئی قصور نظر نہیں آتا۔ جیسا تم نے مدرسہ کھولا ہے ویسا ہی شاگرد تیار ہوا۔ تم اپنا رویہ ٹھیک کرو تو بیٹا بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ عورت نے بڑی لجاجت کی، میرے بیٹے کے لیے دعا کریں! تو حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا: ہم تو تمہارے لیے دعا کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمھیں پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (۸)

نام ور محقق سید محمد فاروق القادری جنیدِ وقت حضرت حافظ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۳۰۸ھ) کے احوال میں لکھتے ہیں:

”فقیر عمر الدین زنگیحہ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ صاحب امروٹی کی زبانی بیان کرتا ہے کہ ایک ہندو حضرت والا کی خدمت میں بطور مہمان مقیم ہوا۔ آپ نے اسے کھانے پینے کے لیے جو برتن دلوائے، ایک دن وہ برتن چوری کر کے غائب ہو گیا۔ فقرا کو اطلاع ہوئی تو اس کی تلاش میں نکل پڑے اور اسے ”ڈھرکی“ سے چوری شدہ سامان سمیت پکڑ لائے اور اسے مسجد کے دروازے کے نزدیک باندھ کر بیٹھا دیا۔ حضرت والا اشراق پڑھ کر مسجد سے باہر نکلے اور ہندو کو بندھا ہوا دیکھا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ اسے کیوں باندھا گیا ہے؟ فقرا نے عرض کیا: حضور یہ شخص لنگر کے برتن چرا کر بھاگ رہا تھا، فقرا اسے ڈھرکی سے پکڑ لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم لوگ اس سے اس کے باپ کا سامان چھین لیتے، اسے باندھ کر نہ لاتے۔ پھر آپ نے پوچھا: کون کون سے فقرا اسے پکڑ کر لائے ہیں؟ حاضرین نے ان کے نام بتائے۔ آپ نے فرمایا کہ انھیں جلدی بلاؤ۔ حاضرین نے عرض کیا: حضور! ابھی ابھی انھیں خدمتِ عالی میں پیش کرتے ہیں۔ اتنی دیر میں اس ہندو نے عرض کیا: حضور میں مسلمان ہوتا ہوں، یہ سنتے ہی

اسے باندھ کر لانے والوں پر حضرت کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ آپ کے چہرے سے خوشی و مسرت ٹپکنے لگی۔ ادھر فوراً مولود خوانی شروع ہو گئی، حجام کو بلایا گیا اور ہندو کا ختنہ ہوا۔"(۹)

ڈاکٹر عبد الغنی امیر حزب اللہ سید محمد فضل شاہ ابن پیر سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری کا انداز تربیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آپ نے اپنے نیاز مندوں کے دلوں میں محبت الٰہی کا جذبہ پیدا کر کے انھیں ان راہوں پر ڈال دیا جن کی وہ فطر تاً اہلیت نہیں رکھتے تھے۔ جو کاروبار کی طرف مائل تھے ان کے ذہن کو آپ کی توجہات سے ایسی جلا نصیب ہوئی کہ ان کا کاروبار خوب چمکا۔ جو علم کی طرف میلان رکھتے تھے انھیں علمی لحاظ سے بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ جن کے دلوں میں جرأت و بے باکی کا مادّہ پایا جاتا تھا وہ افواج میں شامل ہوئے تو شجاعت اور مردانگی کے لحاظ سے نام ور ہوئے اور جن کے قلوب فقر کی چاشنی سے پرورش پانے والے تھے انھیں حسب استعداد روحانی غذا عطا فرمائی۔ الغرض حضرت نے اپنے نیاز مندوں کو زندگی کے ہر میدان میں ان کی افتادِ طبع کے مطابق پستی سے بلندی پر پہنچایا، ادنیٰ سے اعلیٰ بنا ڈالا۔ یہ روحانیت کا کمال ہوتا ہے کہ ناقص کامل بن جاتا ہے، خاک اکسیر کا درجہ حاصل کر لیتی ہے، پر کاہ سے سنبل و ریحان کی خوشبو آتی ہے، ذرے لعل و گہر کا مقام حاصل کر لیتے ہیں۔"(۱۰)

دعوت بذریعہ کرامات:

اولیاء اللہ سے کرامتوں کا ظہور عقلاً جائز اور نقلاً ثابت ہے۔ عقلی جواز کے لیے یہی کافی ہے کہ کرامت ممکنات میں سے ایک ممکن شے ہے، محال نہیں اور ہر ممکن خدا کی قدرت کے تحت ظاہر ہو سکتا ہے، جیسے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے معجزات کا ظہور ہوتا ہے۔ یہی اہل سنت کے مشائخ، عرفا، متکلمین، اہل اصول، فقہا اور محدثین سب کا مذہب ہے۔ اس پر مشرق و مغرب، عرب و عجم میں پھیلی ہوئی ان کی تصانیف شاہد ہیں۔ پھر اہل سنت کے جمہور ائمہ محققین کا صحیح و مختار مذہب یہ ہے کہ جو کام بھی کسی نبی کے ہاتھ بطور معجزہ ظاہر ہو سکتا ہے وہ ولی کے ذریعہ بطور کرامت صادر ہو سکتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ معجزہ کے ساتھ نبوت کا دعویٰ اور کفار کو مقابلہ کا چیلنج ہوتا ہے اور کرامت کے ساتھ یہ نہیں ہوتا۔ اس پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ولی پر قرآن جیسی کتاب بھی آ سکتی ہے۔ اس لیے کہ قرآن کے ساتھ نبوت کا دعویٰ لازم ہے اور ولی کے ہاتھ پر جو بھی خوارق عادت خدا کی طرف سے ظاہر ہو گا، اس کے ساتھ نبوت کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ اس فرق کی وجہ سے کرامت اور معجزہ کے درمیان التباس اور اشتباہ نہ ہو سکے گا، اس لیے کہ معجزہ کے ساتھ چیلنج ہوتا ہے اور نبی اس کا اظہار کرتا ہے جب کہ ولی اپنی کرامت کو چھپاتا اور پوشیدہ رکھتا ہے۔ اظہار اس وقت کرتا ہے جب ضرورت ہو یا اسے اس کی اجازت ملی ہو یا غلبۂ حال طاری ہو جس میں وہ بے قابو ہو یا کسی مرید کے یقین کو تقویت دینا مقصود ہو، ایسے مواقع پر اولیائے کرام علیہم الرحمہ سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ جیسے:

- اولیاء اللہ میں سے بعض نے فضا میں ہاتھ اٹھایا جس میں شہد آ گیا جو انھوں نے ایک مرید کو کھلایا۔
- ایک شیخ کامل نے ہزاروں کلومیٹر کے فاصلہ پر اپنے مرید کو کعبۃ اللہ کی زیارت کرادی۔
- ایک عارفِ حق نے منکر کرامت کو کعبہ کا طواف کرتے دکھایا۔
- اولیائے کاملین کے ایک گروہ کے گرد خانۂ کعبہ کو طواف کرتے ہوئے معتبر مشائخ نے خود دیکھا ہے۔ ان دیکھنے والوں میں سے بعض ثقہ، متقی، بزرگ علما کی زیارت خود میں نے بھی کی ہے۔(۱۱)

صوفیائے کرام کے منہج دعوت کا جائزہ لیتے وقت یہ بات بھی نمایاں طور پر سامنے آتی ہے کہ ان میں سے بعض نے بعض اوقات دعوتِ دین اور اصلاح احوال کا فریضہ بطور کرامات بھی سر انجام دیا۔ بطور استشہاد چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں:

- حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ اثنائے سفر ایک مقام پر پہنچے، یہ آتش پرستوں کی بستی تھی، وہاں آتش کدہ تھا جس میں روزانہ کثرت سے لکڑیاں جلتی تھیں، اس آتش کدے کی آگ کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی تھی۔ آپ نے آتش پرستوں سے پوچھا: اس آگ سے کیا فائدہ؟ تم لوگ خدا کی عبادت کیوں نہیں کرتے، جس نے اس آگ کو پیدا کیا ہے؟ انھوں نے کہا، ہمارے مذہب میں آگ کو دیوتا مانا گیا ہے، ہم اس کا احترام کرتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا: اچھا تو یہ بتاؤ کہ تم اپنے ہاتھ آگ میں ڈال سکتے ہو؟ انھوں نے کہا: آگ کا کام جلانا ہے، کس کی مجال ہے جو اس کے قریب بھی جائے۔ شیخ نے ایک بچے کو جو کسی آتش پرست کی گود میں تھا، لے لیا اور بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ. قُلنَا یَا نَارُ کُونِی بَردًا وَّ سَلٰمًا عَلٰی اِبرٰھِیمَ. (الانبیاء:۱۶) پڑھتے ہوئے آگ میں داخل ہو گئے اور چار گھنٹے کے بعد واپس آئے، نہ آپ کے خرقہ کو آگ لگی اور نہ اس بچے کو آگ

سے کوئی آنچ آئی۔ یہ منظر دیکھ کر تمام آتش پرست آپ کے قدموں پر گرے اور اسلام قبول کر لیا، وہ بچہ اور اس کا باپ منصبِ ولایت پر فائز ہوئے۔(۱۲)

خواجہ فخر جہاں دہلوی علیہ الرحمہ کے احوال میں لکھا ہے کہ جب آپ اورنگ آباد میں تشریف رکھتے تھے تو ایک شخص خون کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ مجھ کو پناہ دیجیے، چھپا لیجیے۔ حضرت نے فرمایا: اس مکان میں جو گھاس پڑی ہے اس کے اندر چھپ جا۔ تھوڑی دیر میں اس کے مدعی بھی آپہنچے اور حضرت سے عرض کیا کہ ہمارا ملزم آپ کے ہاں آیا ہے، اس کو عنایت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: فقیر کا گھر موجود ہے تم تلاش کر لو۔ ان لوگوں کو اتنی جرأت نہ ہوئی جو آپ کے مکان کی تلاشی لیتے، واپس چلے گئے مگر اس شخص کی جستجو میں رہے کہ جس وقت مل جائے انتقام لیں گے۔ اس کے بعد حضرت مولانا صاحب نے جو سراسر خلق مجسم تھے، اس خونی سے ارشاد فرمایا کہ میاں! تیری حفاظت میرے ذمہ اس شرط سے ہے کہ جو کچھ میں بتاؤں اس پر عمل کرو ورنہ یہاں سے چلے جاؤ۔ اس نے کہا کہ حضور کچھ ارشاد ہو، میں دل و جان سے اس پر عمل کروں گا۔ حضرت نے اس کو نماز پڑھنے کے لیے فرمایا اور ایک حجرہ اس کو عنایت کر دیا۔ خونی یادِ الٰہی میں مشغول ہو گیا۔ اس کے چند روز کے بعد جو حضرت اس کے پاس تشریف فرما ہوئے تو ملاحظہ فرمایا کہ اس کا حال بالکل متغیر ہے اور وہ مجذوب ہو چلا ہے۔ اس نے حضرت کو دیکھ کر قدموں پر سر رکھ دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ فرصت کے وقت تھوڑا دیر باہر آکر فقیر کے پاس بیٹھا کرو۔ اس نے ایسا ہی کرنا شروع کیا۔ چند روز میں یہ بات پیدا ہو گئی کہ جو بات زبان سے کہتا وہی ہو جاتی اور جس پر نظر ڈالتا اس کی حالت متغیر کر ڈالتا اور اس کو اپنا بنا لیتا۔ اتفاق سے انھیں دنوں میں اس کے مدعیوں کو پختہ طور پر معلوم ہوا کہ وہ شخص حضرت کی خانقاہ میں موجود ہے، چناں چہ وہ بقصد گرفتاری پھر اورنگ آباد پہنچے۔ حضرت مولانا صاحب علیہ الرحمہ نے خونی سے فرمایا کہ جاؤ اپنے مدعیوں سے معافی چاہو۔ خونی فوراً بے خوف و خطر اپنے مدعیوں کے پاس چلا گیا۔ مدعیوں نے دیکھتے ہی دور سے ہتھیار سنبھالے تاکہ انتقام لیں، مگر جب قریب ہوئے اور آنکھیں چار ہوئیں تو سب قدموں پر گر پڑے اور عجب حالتِ وارفتہ سب کی ہو گئی۔ انھوں نے نہایت ادب سے اپنے پاس آنے کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مجھے حضور مولانا صاحب نے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں تم سے معافی کا خواستگار ہوں۔ یہ سن کر انھوں نے بخوشی معافی دے دی اور حضرت کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر قدموں پر گر پڑے اور ارادت سے مشرف ہوئے۔(۱۳)

خلاصۂ کلام یہ کہ برصغیر کے صوفیۂ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اپنے حسن اخلاق، عفو و درگزر، شفقت و ترحم، ہمدردی و خیرخواہی، مثالی کردار، کرامات اور دیگر اوصافِ حمیدہ کے ذریعے یہاں کے باسیوں کو خوب متاثر کیا۔ خلوصِ نیت کے ان پیکروں اور عملی کردار کے عظیم میناروں کی دعوت یوں تیزی سے پھیلی کہ برصغیر کا چپہ چپہ نورِ اسلام کی تابانیوں سے منور ہو گیا۔ بے عمل مسلمانوں کی اصلاح ہوئی اور یوں ایک مثالی معاشرہ کا قیام عمل میں آیا۔

حوالہ جات

۱. خزینۂ معرفت از: صوفی محمد یٰسین قصوری، ص: ۲۲۷ - ۲۲۸ - ۱۹۸۲ء- پروگیر سیو نکس، لاہور۔
۲. کلمات قدسیہ از: سید شریف احمد شرافت نوشاہی، ص: ۱۱ - ۱۳۹۲ھ، ادارہ معارف نوشاہیہ اعظمیہ۔
۳. مرآت العاشقین (ملفوظات خواجہ شمس العارفین) از: سید محمد سعید۔ اردو ترجمہ بنام پیر گوہر از: صاحب زادہ غلام نظام الدین مردلوی، ص: ۱۳۴ - ۱۴۰۹ھ، المعارف لاہور۔
۴. تاریخ مشائخ چشت، ص: ۵۴۴ -
۵. مقالات پیر محمد کرم شاہ، مرتب: پروفیسر حافظ احمد بخش، ص: ۴۱۹ - ۴۲۰ - جنوری ۱۹۹۰ء، اشاعت اول، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔
۶. ایضاً، ص: ۴۲۲ - ۴۲۳ -
۷. ایضاً، ص: ۱۰۵ - ۱۰۶ -
۸. انوار مظہریہ، از: ہاڑی محمد یونس مظہری، ص: ۴۱۷ - ۴۱۸ - ۱۴۲۲ھ، اشاعت اول، ادارہ مسعودیہ کراچی۔
۹. جامِ عرفان، از: سید محمد فاروق قادری، ص: ۱۲۶ - فرید بک اسٹال لاہور
۱۰. امیر حزب اللہ، از: ڈاکٹر عبد الغنی، ص: ۵۸۲ - ۵۸۳ - شوال ۱۳۸۴ھ، ادارہ حزب اللہ جلال پور شریف۔
۱۱. الروض الریاحین فی حکایات الصالحین، از: عبد اللہ بن اسعد یافعی، اردو ترجمہ بنام بزم اولیا، مترجم: مولانا بدر القادری،: ۷۵ - ۷۶ - دسمبر ۲۰۰۰ء، اشاعت دوم، رضا پبلی کیشنز لاہور۔
۱۲. تذکرہ صوفیاے بلوچستان از: ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر، ص: ۲۳ - جون ۱۹۷۶ء اشاعت اول، مرکزی اردو بورڈ لاہور۔
۱۳. رقعات مرشدی (مکتوبات مولانا فخر جہاں دہلوی) از: شاہ محمد عبد الصمد فخری، اردو ترجمہ: ڈاکٹر محمد اختر چیمہ، ص: ۳۷ - ۳۸ - ۲۰۰۰ء، مکتبہ زاویہ، لاہور۔